نظرات

دنیا دیکھ رہی ہے اب اسرائیل نے انگلی پکڑتے پکڑتے عربوں کا پہنچا پکڑنا شروع کردیا ہے، ایک پرانی کہاوت ہے: جس کی لاٹھی اس کی بھینس 'Might is right' یہ کہاوت جس طرح پہلے سچی تھی اسی طرح آج بھی ہے جب کہ عدل وانصاف اور مظلوموں کی نصرت وحمایت کے لیے نہایت عظیم الشان عالمی ادارے قائم ہیں اور ان کو نہایت طاقتور حکومتوں کی سرپرستی اور ان کی کارروائیوں میں شرکت وشمولیت کا شرف حاصل ہے۔ انجمن اقوام متحدہ کا مسلمہ قانون ہے کہ جو ممالک آزاد وخود مختار ہیں کوئی دوسرا ملک ان کے اندرونی معاملات میں دخل بھی نہیں دے سکتا، بھر وہاں اپنی فوج اتار کر اس پر قبضہ کر لینے کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ اس کا تو تصور اور وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا، ہر ملک اس قانون کا زبردست حامی ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے بڑے زور وشور سے اس کا اظہار کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہتا۔ لیکن اس کے باوجود جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، ہو کیا رہا ہے؟ افغانستان میں روس نے فوجی قبضہ کرلیا، مجاہدین سر پر کفن باندھ کر میدانِ جنگ میں آکود ے اور اب تک ہزاروں دقتوں اور دشواریوں کے باوجود دشمن کے سامنے سینہ سپر ہیں اور اس کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

عالم اسلام کے سینہ کا یہ زخم ابھی تازہ ہی تھا کہ اس کے سر پر ایک اور قیامت ٹوٹی کہ اسرائیل نے بڑے پیمانہ پر جنگی ساز وسامان اور سخت ہیبت انگیز اسلحہ کے

سا تھ لبنان میں اپنی فوجیں اتار دیں اور کم وبیش ایک ماہ کی جنگ کے بعد مغربی بیروت یعنی لبنان کا وہ علاقہ جہاں مسلمان آباد ہیں اور جو پی۔ ایل۔ او (تنظیم آزادی فلسطین) کے ہیڈ کوارٹر تھے سب کو تباہ و برباد کر کے خاکستر بنا دیا ہے، افغانستان میں روس کے اقدام کو سب نے ہی برا بھلا کہا اور وہاں سے فوجوں کو واپس بلانے کا مطالبہ کیا۔ مگر اس کا حاصل ہے روس پیش قدمی کرتا رہا۔ اور ایک انچ پیچھے نہیں ہٹا۔

یہی صورت اسرائیل کے معاملہ میں پیش آئی، عدل و انصاف اور حقوق انسانی کی حفاظت کے دعوے دار ملک اور ادارے چیختے چلاتے اور شور مچاتے رہے لیکن اسرائیل کا مقصد فلسطینیوں کا لبنان سے نام ونشان مٹا دینا اور قضیۂ فلسطین کی حمایت کے جرم کی پاداش میں خود لبنان کے مسلم علاقوں کو تباہ و برباد کرنا تھا، اسرائیل ہزار احتجاج اور فریاد وفغاں کے باوجود اپنے اس مقصد کو تکمیل تک پہنچا کے رہا۔

افغانستان اور لبنان میں روس اور اسرائیل کا فوجی اقدام جس سیاسی مکر و فریب پر مبنی ہے وہ عالم اسلام کے لیے اور بھی تشویش انگیز ہے، روس کا دعویٰ ہے کہ وہ خود نہیں آیا۔ بلکہ افغانستان گورنمنٹ کی دعوت پر امریکہ اور چین کی سازشوں کے خلاف اس کی مدد اور ترقی کے کاموں میں اس کی اعانت کے لیے آیا ہے، یہی حال لبنان کا ہوا، لبنان میں عیسائی اور مسلمان دونوں مل جل کے رہے تھے، لیکن اسرائیل نے اپنی دسیسہ کاریوں سے لبنان کی عیسائی آبادی کو اپنا ہم نوا بنالیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے عیسائیوں اور مسلمانوں میں خانہ جنگی مہینوں چلتی رہی۔ بیروت کی اینٹ سے اینٹ بج گئی، شاندار آبادیاں کھنڈر ہوگئیں اور مسلمان اور عیسائی دو باہم مخالف اور دشمن کیمپوں میں تقسیم ہو گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ اسرائیلی افواج نے لبنان میں قدم رکھا تو ملک کی عیسائی آبادی نے ان کو خوش آمدید کہا اور مسرت و اطمینان کا مظاہرہ کیا۔

[illegible] بھی پیش نظر رکھیے کہ عراق نے بڑے دم خم کے ساتھ ایران پر حملہ کیا اور جن اہم شہروں میں تیل کے بڑے بڑے ذخیرے تھے ان پر قبضہ کر کے شدید اور قتل و قتال کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ ایران اپنی جنگ تنہا لڑ رہا تھا اور اس کے بر خلاف عراق کو امریکہ اور بعض عرب ممالک کی امداد، خفیہ طور پر نہیں بلکہ کھلے بندوں حاصل تھی، عراق اور ایران میں مسلمانوں کے بعض عالمی اداروں نے مصالحت کی بڑی کوششیں کیں مگر ناکام ہوئیں، آخرالامر ایران نے سنبھل کر جوابی حملے اس جوش و خروش اور طاقت سے شروع کیے کہ عراق کے چھکے چھوٹ گئے، ایران کے حملوں کی تاب نہ لا کر عراق پسپا ہوا اور جن ایرانی علاقوں پر وہ قابض ہو چکا تھا ان سے دست بردار ہونا پڑا، آج عالم یہ ہے کہ عراق پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا ہے، اس کی اقتصادیات تباہ ہو گئیں، عوام کو گورنمنٹ پر بھروسہ نہ رہا۔ کرد پہلے ہی مخالف تھے، اب مخالفت شدید ہو گئی اور ملک طوائف الملوکی کا شکار بن گیا۔

علامہ خمینی کے بعض بیانات اور تقریروں کی بنیاد پر بعض ارباب جرائد و رسائل نے کہنا شروع کیا ہے کہ ایرانی انقلاب اسلامی انقلاب ہے ہی نہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ بیانات اور تقریریں ـــــ اگر ان کی نسبت صحیح ہے ـــــ ہمارے نزدیک بھی صد درجہ قابل اعتراض اور لائق مذمت ہیں، علاوہ ازیں انقلاب کے بعد سے اب تک ہزار سے اوپر آدمی جو وہاں بطور سزا قتل کیے گئے ہیں ہماری رائے میں وہ بھی قابلِ گرفت ہیں لیکن بایں ہمہ یہ تسلیم کرنا ناگزیر ہے کہ ایران کا انقلاب اسلامی انقلاب ہے۔ انقلاب کی نفسیات کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ "جہانگیری" سے کہیں زیادہ مشکل کام "جہانداری" کا ہے کیونکہ انقلاب کے برپا ہو جانے کے بعد سینکڑوں اور ہزاروں ملکی اور قومی معاملات و مسائل جو اچانک ابھرتے ہیں سنجیدگی اور دل و دماغ کے توازن کے ساتھ ان پر غور کرنا اور ان کا صحیح

طرابلس سخت دشوار ہوتا ہے، فتح مکہ کے بعد عفو عام کی منادی صرف ایک رحمت عالم پیغمبر کا کارنامہ ہو سکتا تھا، اخلاق کی اس بلندی تک پہنچنا کسی اور کا حوصلہ کیونکر ہو سکتا ہے!

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس پر غور کیجیے تو تین باتیں بہ طور حقیقت سامنے آتی ہیں۔ (۱) عالمی امن و امان اور عدل و انصاف کے ادارے خواہ کتنے اور کیسے ہی قائم ہوں بہرحال ہر ملک اور ہر قوم کی زندگی، آزادی اور خود مختاری کا دارومدار صرف اس کی اپنی طاقت و قوت پر ہے، ورنہ اگر کوئی قوم کمزور ہے تو دنیا کا بڑے سے بڑا ادارہ بھی وقت پڑنے پر اسے ہلاکت سے محفوظ نہیں رکھ سکتا؛

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ سائنس اور ٹکنالوجی کی حیرت انگیز ترقی کے اس دور میں بھی اسلام ایک عظیم الشان طاقت ہے جو اگر اپنے حقیقی فداکاروں کے ساتھ میدان کارزار میں آجائے تو زاحمۂ روزگار کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک سکتی ہے۔

(۳) افکار و نظریات اور اغراض و مقاصد کے اس بحرانی دور میں اگر ایک مسلمان ملک یا کوئی مسلمان قوم عزت و آبرو اور خوشحالی و اطمینان کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہے تو اس کے لیے بجز اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ عقیدہ و عمل کے اعتبار سے مومن کامل کی زندگی بسر کرے، ورنہ دنیا کی کسی نہ کسی بڑی طاقت کے رحم و کرم پر اور اس طرح اس کا غلام بن کر اسے رہنا ہوگا؛

اب آیئے اس پس منظر میں ان عرب سلطنتوں اور مملکتوں کے مستقبل کا جائزہ لیں جو "اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ، تم کو افراط زر نے راہ سے بے راہ کر دیا ہے" کا مصداق بنی اپنے انجام سے بے خبر جی رہی ہیں، اقبال نے کیا پتہ کی بات کہی تھی:

شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر
آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے؟

لیکن تیل کی دولت بے پایاں رکھنے والے عرب ممالک کا حال یہ ہے کہ شمشیر و سناں کا تو ایک دن بھی ان پر نہیں آیا اور طاؤس و رباب میں پہلے روز سے ہی مصروف ہو گئے، دنیا جانتی ہے کہ اسرائیل اپنی حربی طاقت کو بڑی تیزی سے روز افزوں بڑھا رہا ہے اور ساتھ ہی اس طاقت کا وقتاً فوقتاً مظاہرہ اور اس کی نمائش بھی دھڑلے سے کرتا رہتا ہے، اس صورت میں عربوں کے لیے صرف دو راستے تھے۔ ایک راستہ وہ تھا جو اسرائیل سے کیمپ ڈیوڈ والا صلح نامہ انور السادات نے کیا تھا اور دوسرا راستہ اسرائیل سے مستقل جنگ و پیکار اور آویزش باہمی کا ہے۔ عربوں نے پہلا راستہ اختیار کرنے سے سختی سے انکار کر دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ مصر جس نے یہ راہ اختیار کی تھی اور اس کا اس کو فائدہ بھی ہوا، تمام عرب ملکوں نے مل کر اس (مصر) کا شدید مقاطعہ کر دیا، اسرائیل سے مفاہمت کے جرم میں عرب سربراہوں کو مصر سے نفرت کس غضب کی تھی؟ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب مرحوم سادات کی تعزیت کا رزولیوشن مجلس اقوام متحدہ میں پیش ہوا تو دو تین کو مستثنیٰ کر کے عرب ممالک کے سب نمائندے ہال سے باہر نکل گئے، اچھا اب! عربوں نے دوسری راہ یعنی اسرائیل کے ساتھ مستقل جنگ کی اختیار کی تھی تو عربوں کو چاہیے تھا کہ کبھی اس کا عملی مظاہرہ بھی تو کرتے؟ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں، اسرائیل کی طرف سے بڑے سے بڑا واقعہ ہو جاتا ہے لیکن زبانی جمع خرچ اور جہاد کے نعروں کے علاوہ عربوں کی طرف سے فوجی کارروائی کا کہیں ایک پتہ بھی نہیں کھڑکتا، عرب سنگین سے سنگین واقعہ کو بھی اس طرح پی کر بیٹھ جاتے ہیں کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔

پہلے جو کچھ ہوا یا اب تک ہوتا رہا ہے اس سے قطع نظر! ابھی حال میں لبنان کا جو واقعہ پیش آیا ہے اس کی سنگینی اور شدت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ خود

اسرائیل کے دارالسلطنت میں ۸۰ ہزار یہودی مردوں اور عورتوں نے ایک جگہ جمع ہوکر لبنان پر حملہ کی سخت مذمت کی اور اس کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ یہ حملہ جو اسرائیل کے وزیر دفاع کا پہلے سے سوچا سمجھا منصوبہ تھا اس نے شام کو ذلیل کیا (اور بعض مبصرین کا خیال یہ بھی ہے کہ شام اس معاملہ میں اسرائیل کا شریک رہا ہے) فلسطینیوں اور لبنان کے مسلمان باشندوں کا قتل عام کیا۔ ملک پر اسرائیل کا اقتدار ہوا۔ اور لبنان اب خالص عیسائیوں کا ملک ہوگیا۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا اور ایران نے تو اپنی چند در چند مشکلات کے باوجود اپنی غیرت اسلامی کا ثبوت اس طرح دیا کہ دو ہزار جنگجو نوجوانوں کا ایک دستہ فلسطینیوں اور مغربی بیروت کے مسلمانوں کی مدد کے لیے بھیج دیا، لیکن سخت افسوس اور بڑے شرم کی بات ہے کہ عرب حکومتیں بالکل خاموش رہیں" عرب اگر چاہتے تو فوجی مداخلت بھی کر سکتے تھے۔ سعودی عربیہ نے حال ہی میں امریکہ سے چار AWACS خریدے ہیں اور اگر وہ کسی مصلحت سے اسے ناپسند کرتے تھے تو جیسا کہ پی۔ ایل۔ او۔ نے اور روس نے بھی تجویز کی تھی، عرب کم از کم تیل کا حربہ تو استعمال کر سکتے اور امریکہ سے اپنا سفیر واپس بلا سکتے تھے، لیکن انھوں نے نہ یہ کیا اور نہ وہ اور صرف امریکہ سے لو لگائے بیٹھے رہے کہ وہ لبنان سے پی۔ ایل۔ او کے پرامن انخلا کا بندوبست کرے گا۔ اس صورت حال نے عربوں کو دنیا میں ذلیل وخوار کر دیا ہے، چنانچہ اخبارات میں ان کے جو کارٹون شائع ہوئے ہیں ان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے، پھر خود فلسطینیوں پر عربوں کی اس سرد مہری کا جو اثر ہوا ہے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ یاسر عرفات کے ایک دست راست اور پی، ال، او کے لیڈر ابو ایاز نے حال میں ہی ایک تقریر میں کہا ہے: اب ہم اپنی بندوقوں کا رخ عرب حکومتوں کی طرف کر دیں گے اور ان کی سرد مہری اور بے رخی کی وجہ سے ہم کو جس ذلت وخواری کا سامنا کرنا پڑا ہے ہم اس کا انتقام عرب حکومتوں سے لیے بغیر نہ رہیں گے۔

عالم اسلام کو ہوشیار ہو جانا چاہیے کہ لبنان کا یہ حادثہ صرف عربوں کا المیہ نہیں بلکہ اسلام کا المیہ ہے اور اگر اس کی تلافی نہ کی گئی تو اس کے نتائج خطرناک ہو سکتے ہیں۔